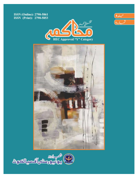

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر عبدالرشید اعظمی

معاون، شعبۂ ادارت، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دلی، انڈیا

ای میل:abdurrasheedazmi50@gmail.com

محفوظ جاوید کے تمثیلی افسانے اور عالمی ادب

Mahfooz Javed's Symbolic and Allegorical Fiction: A Bridge between Urdu and World Literature

Dr Abdur Rasheed Azmi, National Council for Promotion of Urdu Language, **New Delhi, India**

Abstract

Dr. Mahfooz Jawed Nadvi's allegorical short stories artfully merge the richness of Urdu storytelling with global literary traditions. His works explore themes like social oppression, human psychology, and moral complexity through a symbolic lens, drawing comparisons with literary greats such as Franz Kafka, Dostoevsky, Edgar Allan Poe, and Gabriel García Márquez.In stories like *Bulawa, Bojh, and Shagun,* Jawed employs powerful metaphors to critique societal norms, depicting struggles between personal desires and collective responsibilities. His narratives delve into guilt, transformation, and moral decay, as seen in *Kayakalp* and *Naushta-e-Deewar,* reminiscent of Kafka's existentialism and Tolstoy's ethical dilemmas.Jawed's style, while deeply rooted in Urdu's literary tradition, integrates Western influences seamlessly. His characters and settings often evoke timeless philosophical questions, wrapped in the finesse of allegory and symbolism. Combining cultural depth with universal relevance, his work enriches Urdu literature and situates it within the broader context of world literature.Dr. Jawed's narratives are a testament to his mastery of blending local ethos with global literary forms, creating timeless stories that resonate universally while preserving their distinct cultural identity.

ڈاکٹر محفوظ جاوید ندوی کے افسانے اردو ادب میں علامتی اور تمثیلی رجحانات کی ایک اہم کڑی ہیں، جن میں معاشرتی مسائل، انسانی فطرت کی نفسیاتی گہرائیوں اور زندگی کے تاریک پہلوؤں کی پیچیدگیوں کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان

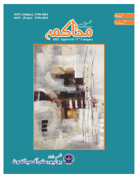

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کہانیوں میں جاوید نے نہ صرف کہانی کی بنیادی ساخت پر توجہ دی ہے، بلکہ علامتی، تمثیلی اور نفسیاتی اسلوب کے ذریعے انھیں فنی اور فکری اعتبار سے اعلیٰ معیار پر پہنچایا ہے۔ ان کا اسلوب اردو ادب کے تمثیلی افسانہ نگاروں کے علاوہ مغربی علامتی کہانی نویسوں، جیسے ایڈگر ایلن پو، فیودور دستوئیفسکی، لیو ٹالسٹائی، فرانز کافکا، گیبریل گارسیا مارکیز، البرٹ کامیو، اور جارج آرویل کے ساتھ موازنہ کیے جانے کے قابل ہے۔[1]

جاوید حقیقی دنیا کے واقعات اور کرداروں کو علامتی سطح پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں قصہ گوئی اور مابعد الطبیعیاتی عناصر کا اثر نمایاں ہے۔ ان کے کردار اور واقعات اکثر اساطیری، داستانی یا کلاسیکی طرز پر مبنی ہوتے ہیں، جو ان کی کہانیوں کو ایک منفرد رنگ عطا کرتے ہیں۔ ان کہانیوں کو پڑھتے ہوئے شدت سے یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ سنی سنائی سی داستانیں ہیں، مگر جیسے جیسے قاری کرداروں کے ساتھ سفر کرتا ہے، اس کے احساس کی تغلیط ہوتی جاتی ہے۔ جاوید کی تمثیل نگاری ہمیں انتظار حسین کی کہانیوں کی یاد دلاتی ہے، مگر انتظار حسین کے یہاں تجریدیت غالب ہے، جسے وہ کہانی کے اختتام تک برقرار رکھتے ہیں، جب کہ جاوید کی کہانیوں میں کردار حرفِ مطلب اپنی زبان پر لے آتے ہیں۔ تاہم کہانی پھر ایک تیسرے مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے، جس میں اس کی سریت دوچند ہو جاتی ہے۔ کہانی کا اختتام قاری کو چونکا دیتا ہے، اور اگر وہ کہانی کی پرتیں کھولنے میں کامیاب ہو جائے تو بالآخر اس پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ یہ کہانی کسی اجنبی دیس اور اس کے باسیوں کی نہیں، بلکہ اسی دیس اور انھی کرداروں کی ہے جن کے درمیان اب تک وہ رہتا بستا آیا ہے۔

افسانہ "بُلاوا" ایک ایسے سماج کی کہانی ہے جہاں قربانی اور اجتماعی نظم و ضبط کے نام پر لوگوں کو ایک بے رحمانہ عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کہانی کا مرکزی خیال انسانی جذبات، محبت، اور معاشرتی جبر کا تقابل ہے۔ "قربان گاہ"، "نظم"، اور "تجریدی عمل" سب علامتوں کے طور پر استعمال ہوئے ہیں، جو جبر اور انفرادی حقوق کی قربانی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کہانی پڑھتے ہوئے قاری محسوس کرتا ہے کہ یہ کسی تصوراتی ارضی جہنم (dystopia) کی کہانی ہے، مگر فال گھر کے نقیب کے الفاظ اس کے لیے چشم کشا ثابت ہوتے ہیں۔ قاری کہانی کے مرکزی کردار راشل اور معبد کے عابد کے درمیان مکالمے کی بازخوانی پر مجبور ہو جاتا ہے، جس میں عابد راشل کو اپنے سامنے پاکر دریافت کرتا ہے۔

"اے عورت! تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟"

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"اے مقدس شخص! میں ایک دُکھیاری عورت ہوں اور ہدایت کی متلاشی ہوں" راشل نے فریاد کی۔

"یہاں ہر جویائے راہ کو ہدایت ملتی ہے، بولو تمھارا سوال کیا ہے؟" عابد نے متانت سے جواب دیا۔

"مجھے بتائیے محبت کیا ہے؟" راشل کے لہجے میں درد پنہاں تھا۔

"محبت خود غرضی کی دبیز چادر کو چاک کر دینے کا نام ہے" عابد رسان سے بولا۔

"اور نفرت؟" راشل کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑا۔

"نفرت وہ تاریک وادی ہے جہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے اور منزل کھوٹی ہو جائے"۔ عابد کے لہجے میں وقار تھا۔

"خود غرض کون ہوتا ہے؟" راشل کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"خود غرض حرص و طمع کے بند گنبد میں بسیرا کرتا ہے، وہ دوسروں کو سننے سے قاصر رہتا ہے، اس کو ہمیشہ اپنی ہی آواز کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔" عابد نے مستند لہجے میں وضاحت کی۔

افسانہ "بلاوا" کا موضوع اور اس کی علامتی نوعیت ہمیں جارج آرویل کی کہانیوں "اینمل فارم" اور "نائنٹین ایٹی فور" کی یاد دلاتے ہیں، جہاں جبر، سماجی نظم، اور انفرادی حقوق کے درمیان کشمکش کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔[2] فرانز کافکا کی کہانیوں کی طرح اس افسانے میں بھی اجنبیت اور بے بسی کا گہرا احساس پایا جاتا ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ ڈاکٹر محفوظ جاوید وجودیت (existentialism) کے قائل ہیں۔ ان کے پاس اپنا ایک قابلِ فخر تہذیبی اور تاریخی ورثہ ہے۔ "بلاوا" کا مرکزی موضوع وہ فطری جذبہ ہے جو ایک مہذب انسانی معاشرے کے تشکیلی عناصر میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر تصوف کی اصطلاح مستعار لی جائے تو یہی وہ فریضہ ہے جو اس روئے زمین پر اقطاب و ابدال سرانجام دیتے ہیں۔

افسانہ "بوجھ" ایک گہرے علامتی اور تمثیلی انداز میں انسانی رشتوں کی بے قدری، احساسِ گناہ، اور معاشرتی ردِ عمل کو بیان کرتا ہے۔ مرزد ایک ایسے انسان کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنے گناہ کے بوجھ تلے دب چکا ہے اور اس کا کردار احساسِ گناہ،

پچھتاوے اور روحانی ملامت کی علامت ہے۔ وہ معاشرتی قبولیت کی تلاش میں مختلف بستیوں کا سفر کرتا ہے، مگر ہر جگہ اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

"بوجھ" کا موازنہ دوستوئیفسکی کے "جرم و سزا" سے کیا جاسکتا ہے، جس میں مرکزی کردار رسکولنیکوف ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر اس گناہ کی ملامت اور ضمیر کی جنگ میں مبتلا رہتا ہے۔ اس جنگ میں وہ مسلسل اپنے گناہ کی سچائی سے فرار کی کوشش کرتا ہے، مگر اس کا ضمیر اسے کبھی سکون نہیں لینے دیتا۔[3]

گبرئیل
گارسیا مارکیز کی کہانیوں کی طرح، جاوید بھی انسانی معاشرت اور اس کے جذباتی پہلوؤں کی علامتی تصویر کشی کرتے ہیں، جس میں انسان کی کمزوریاں اور اس کے اعمال کی تباہی نمایاں ہوتی ہیں۔ ان کے یہاں بھی حقیقت اوہام سی کے درمیان ایک مدغم کیفیت ہے، جس سے کہانی میں سحر انگیزی اور علامتی معنویت پیدا ہوتی ہے۔ "بوجھ" کا اختتام قاری کو اداس کر دیتا ہے، اور اس کی تمثیلی و علامتی گہرائی اس افسانے کو عالمی ادب کے عظیم تمثیلی اور علامتی افسانہ نگاروں کی کاوشوں سے مماثل بناتی ہے۔

افسانہ "شگون" ایک نفسیاتی اور فلسفیانہ کہانی ہے جو انسانی خواہشات، حرص، اور گناہ کے نتائج پر مبنی ہے۔ شمطیر، جو شہر شیبا کی جانب سفر کرتا ہے، ایک علامتی کردار ہے جو اپنی روحانی اور مادی خواہشات کے درمیان معلق رہتا ہے۔ کہانی میں بے چہرہ لوگ دراصل انسانی کردار اور گناہوں کی علامت ہیں، جبکہ شفاخانے کا پہلو کہانی میں ایک تمثیلی معنی رکھتا ہے۔ سات دربان اور بار بار نذرانے کا مطالبہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شمطیر اپنی حرص اور غلطیوں کے باعث اپنی روحانی اور جسمانی شفا کبھی بھی حاصل نہیں کر پائے گا، اور کہانی کا آخری فقرہ "یہ شفاخانہ صرف تمھارے لیے تعمیر کیا گیا تھا" اس کے خود کے بُنے ہوئے دامِ تزویر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مارکیز اپنی کہانیوں میں سحر انگیز حقیقت (Magical Realism) کا استعمال کرتا ہے، جس میں حقیقی دنیا کو غیر حقیقی اور سحر انگیز صورتوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا ناول "تنہائی کے سو سال" اور کہانی "ایک پیش گفتہ موت کی روداد" اسی طرح کی علامات اور علامتی فضا پیش کرتے ہیں۔ جاوید کی کہانی "شگون" بھی ایک غیر حقیقی دنیا کی عکاسی کرتی ہے، جہاں شہر شیبا کی جانب سفر اور راستے میں پیش آنے والے واقعات، جیسے عجیب الخلقت انسان اور شہر میں ملنے والے کردار، سحر انگیز حقیقت کا احساس دلاتے ہیں۔[4]

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

افسانہ "جزیرہ" ایک گہرے علامتی اور تمثیلی انداز میں طاقت، حرص اور انسانی فطرت کی پستی کو بیان کرتا ہے۔ کاؤس کی کہانی ایک ایسے فرد کی نمائندگی کرتی ہے جو نامعلوم جزیرے پر پہنچ کر مقامی طاقتور سردار اور اس کے قابو میں آئے ہوئے عفریت کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔ افسانے کی زبان سادہ مگر علامتوں سے بھرپور ہے۔ کہانی کے مختلف عناصر—جیسے عفریت کا کردار، علاد کی حرص، بانو کا احتجاج، اور کاؤس کی کوششیں—قاری کو گہرے فلسفیانہ اور معاشرتی سوالات پر غور کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

"جزیرہ" کا موازنہ ایڈگر ایلن پو کی کہانی "دی ٹل ٹیل ہارٹ" سے کیا جاسکتا ہے، جہاں خوف، تجسس، اور پراسراریت کی فضا غالب ہے۔ "جزیرہ" میں بھی عفریت کا کردار، اس کی پراسراریت، اور لوگوں کا خوف اسی قسم کا ماحول پیدا کرتے ہیں جو ایڈگر ایلن پو کی کہانیوں کا خاصہ ہے۔ بانو کا باپ علاد، اپنے گناہوں اور عفریت کے جبر کے سبب روحانی عذاب میں مبتلا ہے، جیسے ایڈگر ایلن پو کے کردار اپنے گناہوں کے باعث خوف اور پچھتاوے کا شکار ہوتے ہیں۔[5]

کہانی "کایا کلپ" میں انسانی ذات کی اندرونی تاریکی اور طاقت کے نشے کی بدولت اس کے کردار میں آنے والے تباہ کن تغیرات کو بڑے مؤثر اور ہولناک انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ کہانی ایک ایسے کردار کی عکاسی کرتی ہے جو بظاہر ایک عام انسان ہے، لیکن حالات اور مواقع کے باعث اس کے اندر چھپی ہوئی حیوانیت ظاہر ہوتی ہے، اور وہ اپنے اردگرد کے لوگوں کی بربادی کا سبب بنتا ہے۔ کہانی کے مرکزی کردار کی یہ تبدیلی کسی جادو یا معجزے کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس کے اندرونی جذبات اور عدم تحفظ کے احساس کا شاخسانہ ہے۔ طاقت کے نشے نے کردار کو اس کی شخصیت اور انسانیت سے محروم کر دیا ہے، اور بالآخر وہ عملاً جانور کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

کہانی کی زبان اور بیان خوبصورت اور طاقتور ہیں۔ دارش کے کردار کی تباہی کا عمل بتدریج اور مؤثر انداز میں دکھایا گیا ہے، جس سے قاری کا تجسس بڑھتا جاتا ہے۔ کہانی کا انجام، جس میں مرکزی کردار اپنی انسانی شکل کھو کر جنگل کی طرف بھاگ جاتا ہے، غیر متوقع نہیں ہے؛ انسانی سماج میں اب اس کے لیے کوئی کشش باقی نہیں رہ گئی تھی۔ جاوید اس نکتے کو اپنے دلکش اسلوب میں کرداروں کے درمیان مکالمات کے ذریعے واضح کرتے ہیں۔ دارش کے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے حکیم کہتا ہے:

"تمھاری کایا کلپ ہو رہی ہے۔"

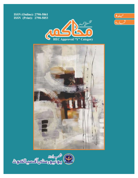

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"یہ کایا کلپ کیا ہے؟" دارش نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"قلبِ ماہیئت! تم آدمی کی جون تیاگ کر کے جانور کے جون میں داخل ہو رہے ہو۔" حکیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پر کیوں؟ دارش کو کس خطا کی ایسی بھیانک سزا مل رہی ہے؟" زمیرا ہذیانی انداز میں چیخی۔

"اگر تمھارا ظرف بس ایک چھوٹا سا پیالہ ہو" حکیم نے زمیرا کی طرف متوجہ ہو کر کہنا شروع کیا "اور اس میں تم ایک ڈول پانی بھرنے کی کوشش کرو تو کیا ہو گا؟"

"پیالہ چھلک پڑے گا۔" زمیرا بے ساختہ بولی۔

"تمھارا شوہر بھی ایک کم ظرف انسان ہے، اس کا پیالہ بھی چھلک پڑا ہے۔" حکیم نے تفہیمی انداز میں کہا۔

فرانز کافکا کے افسانے عموماً انسان کے اندرونی خوف، بیگانگی، اور غیر یقینی دنیا کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس کی کہانی "میٹامورفوسس" میں مرکزی کردار گریگور سامسا کا کیڑے میں تبدیل ہونا معاشرتی بیگانگی اور انسانی ناقدری کی گہری علامت ہے۔ "کایا کلپ" میں بھی مرکزی کردار طاقت کے غلط استعمال اور نفس کے بگاڑ کی علامتی تصویر کشی ہے۔ دونوں کہانیوں میں جسمانی تبدیلی کے ذریعے ایک اخلاقی پیغام دیا گیا ہے کہ جب انسان اپنی اخلاقی حدود کو عبور کرتا ہے، تو وہ اپنی انسانیت کھو دیتا ہے۔ کافکا کی طرح، جاوید بھی ایک ایسی فضا پیدا کرتے ہیں جو خوفناک اور ناقابلِ فہم ہوتی ہے۔ ان کی کہانیوں میں کرداروں کی بے بسی اور غیر یقینی مستقبل کی طرف سفر قارئین کو کافکائی الجھنوں کی یاد دلاتا ہے۔[6]

جاوید کا افسانہ "نوشتۂ دیوار" عالمی ادب کی اس روایت کو کامیابی سے آگے بڑھاتا ہے، جہاں انسانی اعمال، پچھتاوے، اور محبت کی پیچیدگیوں کو کہانی کی گہری تہوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ اردو اور مغربی ادب کے درمیان ایک حسین پل کی مانند ہے۔ افسانے کا بنیادی موضوع مکافاتِ عمل ہے۔ قبرستان کی دیوار پر ابھرتے نوشتے اس علامتی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ انسانی اعمال خود ان کی تقدیر لکھتے ہیں۔ یشکور کی پشیمانی اور خاندان کے ساتھ ٹوٹے ہوئے رشتے کا بیان ٹالسٹائی کے "ایوان ایلیچ کی موت" میں اٹھائے گئے اخلاقی سوالات کی بازگشت ہے۔ اسی طرح کرداروں کے جذباتی تعلقات اور باپ بیٹے کے درمیان بڑھتی دوریاں چیخوف کی کہانیوں جیسے "دی چیری اورچرڈ" اور "دی سٹوپیلوف فیملی" کی گہرائی کو چھوتی ہیں۔[7]

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

افسانہ "سودا " جاوید کی فنی مہارت اور فلسفیانہ بصیرت کا شاندار مظہر ہے۔ یہ کہانی وقت کے تصور کو نہایت منفرد انداز میں پیش کرتی ہے، جہاں ماضی اور مستقبل کی خرید و فروخت ایک ایسی تمثیلی دنیا تشکیل دیتی ہے جو انسانی جذبات اور نفسیات کی کنہ تک اتر جاتی ہے۔ ماضی کی اسیری اور مستقبل کی ناقدری کی بدولت کہانی کا مرکزی کردار، سلیمان، ایک کھنڈر نما عمارت کے حصار میں اپنی پوری زندگی ضائع کر دیتا ہے۔ سلیمان کی محبت کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششیں گوگول کی "دی اوور کوٹ" کے کردار کی یاد دلاتی ہیں، جو اپنی کھوئی ہوئی شے کو پانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ سوداگر کا کردار اور کہانی کی طنزیہ اور پراسرار فضا گوگول ہی کی "ڈیڈ سولز " کی گونج ہے۔[8]

جاوید کا افسانہ "پارسا " انسانی نفسیات، اخلاقی زوال، اور اجتماعی جبر کے موضوعات کو گہرے علامتی اور تمثیلی انداز میں پیش کرتا ہے۔ کہانی میں موجود مکالمات، کرداروں کے رویے، اور واقعات کی ترتیب قاری کو ایک ایسی فضا میں لے جاتے ہیں جہاں حقیقت اور تمثیل آپس میں گڈمڈ ہو جاتی ہیں۔ "پارسا" میں جنت ارضی، پل، جھونپڑا، اور دارون کے ساتھیوں کے عذاب جیسے عناصر قاری کو فلسفیانہ اور روحانی مسائل پر غور کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ گولڈنگ کا ناول "لارڈ آف دی فلائز " انسانی جبلت کی تاریکی اور اخلاقی زوال کو بیان کرتا ہے۔ افسانہ کے پارسا بھی اخلاقی طور پر زوال پذیر کرداروں کی نمائندگی کرتے ہیں، جو جنت ارضی جیسی مقدس جگہ کو اپنے گناہوں سے آلودہ کر دیتے ہیں۔[9]

جاوید کے افسانوں کی بیانیہ تکنیک پیچیدہ مگر مضبوط ہے۔ ان کے افسانوں میں بیانیہ نہ صرف کرداروں کے عمل اور رد عمل کو ظاہر کرتا ہے بلکہ ان کے نفسیاتی ارتقا کو بھی پیش کرتا ہے۔ ان کہانیوں میں کردار نگاری بڑی اہمیت رکھتی ہے، اور کرداروں کے نفسیاتی اور جذباتی پہلوؤں کو بڑی خوبصورتی سے اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ کردار عام انسانی تجربات کی نمائندگی کرتے ہیں، مگر ان میں ایک تمثیلی پہلو بھی موجود ہے جو ان کہانیوں کو عالمی ادب کے بڑے ناموں سے قریب کرتا ہے۔

جاوید کی کہانیاں بھرپور علامتوں سے مزین ہیں، جو انھیں محض سادہ بیانیہ کے بجائے فلسفیانہ اور تمثیلی رنگ عطا کرتی ہیں۔ آئینہ دکھانا، نفسِ امارہ، اور چہرے سے نقاب اتارنا جیسے محاورے ان کی کہانیوں میں عملی تجسیم اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ ہم "بوجھ"، "جزیرہ" اور "شگون" میں دیکھ سکتے ہیں۔

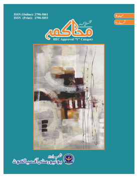

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جاوید کا اسلوب سادہ، مگر گہرا اور معنی خیز ہے۔ ان کی زبان میں ایک خاص تہذیب اور لطافت موجود ہے، جو ان کے افسانوں کو مزید دلکش بناتی ہے۔ ان کے الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی تشکیل میں جو محاورے، تمثیلات، اور استعارے استعمال کیے گئے ہیں، وہ قاری کے ذہن میں کہانی کی ایک گہری تصویر بٹھا دیتے ہیں۔ اردو کے علامتی افسانہ نگاروں میں انتظار حسین کا نام نمایاں ہے، اور جاوید کے اسلوب اور موضوعات ان کی نگارشات سے مماثلت رکھتے ہیں۔ انتظار حسین کی طویل و مختصر کہانیاں، جیسے "بستی"، "شہرِ افسوس" اور "آخری آدمی" ایک گہری اداسی اور ماضی کی کھوئی ہوئی عظمت کی تلاش کی عکاسی کرتی ہیں۔[10] ان کہانیوں میں ایک منفرد نوستالجیا، علامتی کردار، اور ماضی کی یاد کا تسلسل ملتا ہے۔ دونوں افسانہ نگاروں کی کہانیاں قاری کو وقت اور تہذیب کے مختلف ادوار میں لے جاتی ہیں، اور ان کا پس منظر کسی قدیم شہر، تہذیب یا داستان سے جڑا ہوتا ہے۔

البتہ، جاوید کے اسلوب میں ایک نوع کی جذباتی شدت پائی جاتی ہے، جو ان کے کرداروں کو زیادہ حقیقت پسندانہ اور ان کی جدوجہد کو زیادہ سنگین بنا دیتی ہے۔ ان کی کہانیوں میں زندگی کی مشکلات اور کرداروں کی جذباتی کشمکش کا بیان غیر رسمی اور تلخ انداز میں ہوتا ہے، جبکہ انتظار حسین کے اسلوب میں شعریت اور نغمگی کے عناصر غالب ہیں۔ انتظار حسین ترسیلِ مطالب کے لیے لطیف پیرایۂ بیان سے ذرا بھی انحراف کرنا پسند نہیں کرتے۔

اس اختلافِ اسلوب کی وجہ دونوں تخلیق کاروں کا پس منظر ہے۔ انتظار حسین کا قیام ہمیشہ برصغیر میں رہا، جبکہ جاوید کی تعلیم و تربیت گرچہ ہندوستان میں ہوئی، وہ گزشتہ تین دہائیوں سے برطانیہ میں مقیم ہیں اور وہاں کی جامعات میں تعلیم و تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے نہ صرف عالمی ادب کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے بلکہ مغربی ادیبوں سے براہِ راست استفادہ بھی کیا ہے۔ لہٰذا، اگر ان کے اسلوب میں روسی اور مغربی ادب کے اثرات نمایاں ہیں، تو یہ ایک قابلِ فہم اور قابلِ ستائش پہلو ہے۔

حاصل یہ کہ ڈاکٹر جاوید ندوی کی کہانیوں کا فن، اسلوب، اور طرزِ نگارش ایک خاص معنویت اور گہرائی کے حامل ہیں، جو نہ صرف قاری کو متوجہ کرتے ہیں بلکہ اسے انسانی نفسیات اور زندگی کی پیچیدگیوں پر غور و فکر کرنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں علامتی، فلسفیانہ، اور نفسیاتی عناصر کا گہرا امتزاج پایا جاتا ہے، جو انہیں عالمی معیار کے افسانہ نگاروں کی صف میں کھڑا کرتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جاوید کے تمثیلی اور علامتی افسانے اردو ادب کو نہ صرف ثروت مند بنائیں گے بلکہ عالمی ادب میں اردو کو اس کا جائز مقام دلانے میں اہم کردار ادا کریں گے۔

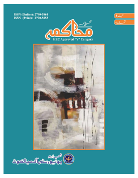

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر جاوید ندوی کے تمثیلی اور علامتی افسانوں کے لیے رجوع کریں: https://alqalam.me/adabiyat

2۔ آرویل، جارج، "اینمل فارم" (نیویارک: سگنٹ کلاسکس، 2004)؛ "نائنٹین ایٹی فور" (نیویارک: ہاوٹن مفلن ہارکورٹ، 2003)۔

3۔ دوستوئیفسکی، فیودور، "کرائم اینڈ پنشمنٹ"، مترجم: اولیور ریڈی (آکسفرڈ: آکسفرڈ یونیورسٹی پریس، 2014)۔

4۔ گارسیا مارکیز، گبریل، "ون ہنڈریڈ ایئرز آف سولیٹیوڈ"، مترجم: گریگوری رباسا (نیویارک: ہارپر پرینئیل ماڈرن کلاسکس، 2006)؛ "کرونیکل آف اے ڈیتھ فورٹولڈ"، مترجم: گریگوری رباسا (نیویارک: ونٹیج انٹرنیشنل، 2003)۔

5۔ پو، ایڈگر ایلن، "دی ٹل ٹیل ہارٹ"، مجموعہ "دی فال آف دی ہاؤس آف اشر اینڈ ادر ٹیلز" (نیویارک: سگنٹ کلاسکس، 1998)۔

6۔ کافکا، فرانز، "دی میٹامورفوسس اینڈ ادر سٹوریز"، مترجم: مائیکل ہوف مین (نیویارک: پینگوئن کلاسکس، 2007)۔

7۔ ٹالسٹائی، لیو، "دی ڈیتھ آف ایوان ایلیچ"، مترجمین: رچرڈ پیویر اور لارساولوکونسکی (نیویارک: ونٹیج کلاسکس، 2012)۔ چیخوف، اینٹون، دی چیری آرچرڈ، مترجم: ٹام مرفی (لندن: بلومزبری میتھیون ڈراما، 2008)؛ دی سٹیپ اینڈ ادر اسٹوریز، مترجم: رونالڈ ولکس (لندن: پینگوئن کلاسکس، 2001)۔

8۔ گوگول، نکولائی، "اوورکوٹ"، "دی کلیکٹڈ ٹیلز آف نکولائی گوگول"، مترجم: رچرڈ پیویر اور لارساولوکونسکی (نیویارک: ونٹیج کلاسکس، 1999) "ڈیڈ سولز"، مترجم: رابرٹ اے میگوائر (نیویارک: ماڈرن لائبریری، 1996)۔

9۔ گولڈنگ، ولیم، "لارڈ آف دی فلائز" (نیویارک: پینگوئن بکس، 2003)۔

10۔ حسین، انتظار، "بستی" (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 1980)؛ "شہر افسوس"، (لاہور: مکتبہ کارواں، 1977)؛ "آخری آدمی" (نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1993)